سلسلہ عالیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّٰی یغیّروا ما بانفسہم

قادیان

چہ گویم با تو گر آئی بہ قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی
بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

دور جدید

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے
امراء و رؤساء سے
معاونین سے
عوام سے
ممالک غیر سے
مدیران الحکم

مدیر مسئول
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی ۔ شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۱ | مؤرخہ ۷ ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۳۸ء یوم دوشنبہ | نمبر ۳

الحکم کے اگلے نمبر

الحکم کا جو نمبر ۱۴ فروری ۱۹۳۸ء کو شائع ہوگا۔ وہ بہت سی خوبیوں کا حامل ہوگا۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بے نظیر غیر مطبوعہ مضمون شائع کیا جائے گا۔

اسی طرح بعض نادر اور لطیف علمی چیزوں کو یکے بعد دیگرے الحکم میں شائع کرنے کا تہیہ کر لیا گیا ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) اور یہ نمبر کسی قیمت پر الگ نہیں دیئے جائیں گے۔ اگر آپ کو ان نادر علمی تحفوں کے حاصل کرنے کا شوق ہے تو آپ آج ہی الحکم کے خریدار ہو جائیے۔ تاکہ یہ نادر علمی اور روحانی خزانہ آپ کے پاس جمع ہو سکے۔

الحکم کے ہر نمبر میں

علی العموم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک خط کا عکس اور ایک صحابی کی تحریر کا نمونہ بھی ہوا کرے گا۔ اگر آپ حضورؑ کے خطوط کا عکسی مجموعہ اور صحابہؓ کے تحریروں کی البم جمع کرنے کے خواہشمند ہیں۔ تو بھی آپ کو ابھی سے الحکم کے خریدار ہو جانا چاہیئے!

المبشر کا عید نمبر

اس وقت ہندوستان میں عام طور پر اور پنجاب میں خاص طور پر بکثرت ایسے ادبی رسالے نکل رہے ہیں جو نوجوانوں کے مذاق کو خطرناک طور پر بگاڑ رہے ہیں۔

بظاہر وہ ادبی رسالے ہیں۔ مگر حقیقت میں اخلاقی بے ادبی پیدا کرنے کے مدرسے ہیں ایسے گندے لٹریچر سے بچانے کے لئے قادیان کے چند نوجوانوں نے مل کر رسالہ المبشر جاری کر رکھا ہے جو لطیف ادبی علمی مضامین کے ساتھ مذہبی روح اور اخلاقی زندگی پیدا کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ المبشر کا عید نمبر ہمارے سامنے ہے۔ جو محنت سے تیار کیا گیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر احمدی نوجوان اس کی خریداری کی طرف توجہ دیں۔ تو وہ بہت جلد ہی فن صحافت کے لحاظ سے اس مقام پر پہنچ سکتا ہے جہاں کوئی نہایت بلند پایہ رسالے پہنچ سکتے ہیں۔

کیونکہ اس رسالہ کی خوش قسمتی ہے کہ اسے عزیز مکرم شبلی صاحب بی۔ کام جیسا تعلیم یافتہ اور فہیم انسان ملا ہوا ہے۔ میں شبلی صاحب سے بھی عرض کروں گا کہ وہ ہمت کریں۔ اور "المبشر" کا مقام بلند کریں۔ اور اس کے چند صفحات سکول کے طالب علموں کے لئے چھوڑنے کے بعد باقی صفحے علمی اور ادبی مفید لٹریچر کے لئے وقف کریں تاکہ سکول کے طلباء سے نکل کر کالجوں کے طلباء اور عام معلومات حاصل کرنے والے اشخاص کے لئے بھی رسالہ مفید ہو سکے۔ یہ کہہ چکنے کے بعد میں قارئین الحکم کو توجہ دلاؤں گا۔ کہ وہ "المبشر" کی خریداری میں اضافہ کر کے اپنے بچوں کے ہاتھ کو مضبوط کریں ۔

ایک نو مسلم بھائی کی مدد

ایک نو مسلم بھائی جو ایک کنبہ کا بوجھ بھی رکھتا ہے ان ایام میں بیکار ہے۔ وہ باورچی کے کام میں ماہر ہے۔ اگر کوئی صاحب انکے لئے کوئی ملازمت مہیا کر سکیں تو یہ کام باعث ثواب ہوگا خط و کتابت کیلئے پتہ:۔ شیخ نورالدین صاحب محلہ ناصر آباد قادیان

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی چھپوا کر دفتر اخبار الحکم تراب منزل سے شائع کیا

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

آل عرفانی کو ایک صدمہ

انتہائی رنج وغم سے میں اس خبر کو شائع کر رہا ہوں۔ کہ میرے عزیز بھائی شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی ہیڈ کاٹن کلرک وارنگل کا پلوٹھا بچہ عزیز سلیم احمد عرفانی جس کی پیدائش کی خبر گذشتہ سال ۱۴ دسمبر ۱۹۳۷ء کے پرچے میں شائع کی تھی۔ اور جو ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء کو بروز ہفتہ بوقت ۱½ بجے دن پیدا ہوا تھا۔ ۲۷ جنوری ۱۹۳۸ء کو بوقت ۸ بجے صبح فوت ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس طرح یہ پھول صرف ڈیڑھ ماہ تک زندہ رہ کر خاندان عرفانی کو مسرور الوقت بنا کر ہم سے رخصت ہوا۔ یہ بچہ عزیز مکرم کی شادی کے تین سال گذرنے کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اس لئے اس کی پیدائش پر بڑی مسرت کا اظہار ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کی مشیت کچھ اور ہی ارادے لے کر اسے دنیا میں لائی تھی۔ اس لئے اس کے واپس جانے پر صدمہ ہونا ایک قدرتی امر تھا۔

میں ان تمام احباب سے جو حضرت عرفانی کبیر سے محبت کرتے ہیں یہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ درد دل سے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عزیز مکرم کو زندہ رہنے والی اور بڑھنے اور پھلنے والی اولاد عطا فرمائے۔ آمین

محمود احمد عرفانی

خوش کن تقریب

صاحبزادہ مولوی عبدالوہاب صاحب عمر کا نکاح

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے ہر احمدی کو جو تعلق عقیدت ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اس خاندان میں جب کوئی تقریب پیدا ہو تو جماعت کے سب افراد اس میں فطرتی اور قدرتی طریق پر شامل ہوتے ہیں۔

چنانچہ یہ خبر بھی نہایت مسرت سے پڑھی جائیگی کہ آپ کے دوسرے صاحبزادے مولوی عبدالوہاب صاحب عمر کا نکاح ۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء کو بعد نماز عصر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مسجد مبارک میں۔ جناب مفتی فضل الرحمٰن صاحب کی صاحبزادی سے ڈیڑھ ہزار مہر پر پڑھا۔

اس مبارک تقریب پر ہم خاندان حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کے تمام افراد۔ اور خاندان مفتی فضل الرحمٰن صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو ہر طرح بابرکت فرمائے۔ آمین

ہمارے افسر جلیش کے ہاں مولود مسعود

سید سعید احمد صاحب مولوی فاضل افسر جلیش نے نیشنل لیگ کوروں کی تربیت میں خاص خدمات سرانجام دی ہیں۔ ہیں

آہ! سعید

میرزا سعید احمد صاحب کی وفات کا صدمہ ہندو مسلم مشرقی غربی النوض ہر طبقہ میں محسوس کیا گیا ہے۔ ذیل کا مرثیہ ہمارے دوست جناب شاد کلانوری کا ہے۔ آپ رادھا سوامی مت کے پیرو ہندو ہیں۔ اور آجکل قادیان کے حلقہ کے گرداور قانو گو ہیں۔ میرزا سعید احمد مرحوم کی وفات پر بے اختیار یہ مرثیہ موزون ہو گیا۔ جسے میں شکریہ سے شائع کرتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

تمہارے آنے سے تھا گھر میں ایک وقت سعید
خبر نہ تھی کہ ہیں ساتھ نیک بخت سعید۔
تمہاری مرگ نے اک حشر کر دیا برپا
نہیں یقین اگر پھر ذرا گھڑی بھر... آ
کسی کو ہوتا جو اس دن کا آہ وہم وخیال
تو بچ بچا کے نکلتا وہ تیرے حلق کا جال
وہ کون شخص تھا جس کا نہ تھا تو آہ حبیب
امیر کیا تیری رکھتا تھا دل میں چاہ غریب
تو جس کی آنکھ کا "او مرنے والے" تارا تھا
کئی ہزار دو ہفتوں میں جس نے وارا تھا
وہ چاہ غم میں جو ڈوبا ہوا جہاں میں ہے
عزیز مصر کی مانند قادیاں میں ہے
کھنچی جو ڈور وہیں اڑ گیا وہ مثل پتنگ
نہ کچھ بچا مگر اوف تیری قضا کا نہنگ
تو جان بوجھ کے کیوں شاد آج بھولا ہے
سنبھل! کہ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ ہے

نہ چھوڑا تو نے فلک آہ! میرزا ارشد
ستم کی ہو گئی دنیا میں او ستمگر! احد

ان کی ان خدمات کی وجہ سے ان کی خوشی اور مسرت کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو گذشتہ ۸ جنوری ۱۹۳۸ء کو فرزند رشید عطا فرمایا۔ جس کا نام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے سلیم احمد سلمہ اللہ رکھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تاخیر سے اس مسرت آمیز خبر کو شائع کر رہا ہوں۔ مگر اس کی اشاعت سے اس کی تلافی کر رہا ہوں۔ سو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولود مسعود کو بھی عمر دے اور خادم دین بنائے۔ آمین

میں اس بچہ کی پیدائش پر سید غلام غوث صاحب ڈاکٹر کو جو مولود کے دادا ہیں اور انکی اہلیہ محترمہ کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اگر آپ الحکم کا بقا چاہتے ہیں؟

ہر روز اپیلیں کرنا جہاں بے وقری کا نشان ہے۔ وہاں اپیل کی غرض کو بھی فوت کر دیتا ہے۔ اس لئے مجھے کوئی اپیل کرتے ہوئے سخت شرم محسوس ہونے لگی ہے میں اسوقت ایک موٹی بات کہنی چاہتا ہوں کہ اگر آپ یہ یقین رکھتے ہیں کہ الحکم نے

سلسلہ کی کوئی خدمت سرانجام دی ہے۔

اور آپ یہ امر محسوس کرتے ہیں کہ اب بھی الحکم سیرت مسیح موعود علیہ السلام۔ مکتوبات مسیح موعود علیہ السلام حضور کے رسم الخط ہیں۔ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کے حالات کی اہم ترین خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اور بے شک یہ خدمت ایسی ہے جو اس قابل نہیں کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ تو آپ ان تمام خدمات اور اعترافات کے مقابل میں

کم از کم

اتنا کام کر دیجئے کہ اگر آپ کے ذمہ الحکم کا کوئی بقایا ہے تو وہ ادا فرما دیجئے!

اور اگر آپ کے ذمہ بقایا نہیں تو ۱۹۳۸ء کا پیشگی چندہ ادا فرما کر نہ صرف اخبار کو قیمتی مدد دیجئے۔ بلکہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کی جو حضور نے اخبارات کو زندہ رکھنے کے لئے سالانہ جلسہ پر فرمایا۔ تعمیل کر دیجئے!

اور اگر آپ یہ دونوں کام نہیں کر سکتے اور خریداری قائم نہیں رکھنا چاہتے۔ تو ایک کارڈ لکھ کر... اپنے نام کو رجسٹر خریداران سے کٹوا دیجئے۔ کیونکہ مومن نہ اپنا مال ضائع کرتا ہے اور نہ کسی کا مال ناجائز طور پر وصول کرتا ہے۔

پس

جو راہ آپ پسند فرمائیں اس کو اختیار فرمائیں۔ کیونکہ اخبار الحکم کی زندگی اور بقا کے لئے یہ ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ (محمود احمد عرفانی)

درخواست دعا

جناب مفتی فضل الرحمٰن صاحب جو ہمارے سلسلہ کے ایک نامور طبیب اور حضرت خلیفہ اول رض کے داماد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا فخر رکھتے ہیں۔ ۲۹ جنوری کو فالج کا حملہ ہوا اگرچہ اب ان کی طبیعت پہلے سے اچھی ہے۔ مگر کامل و مکمل صحت

میں کیونکر احمدی ہوا

سیرت المہدی کا ایک ورق

جناب مولوی حکیم بابا اللہ بخش صاحب دربان دارالمسیح

(۴)

روشن ستاروں کا ظہور

ایک دفعہ ایک اندھیری رات میں کترین قصبہ سہل گیا ہؤا تھا - وہاں کی مسجد میں میں نے اور خواجہ عبداللہ صاحب نے عشا کی نماز پڑھی - نماز کے بعد جب ہم باہر نکلے تو آسمان کے ہر ایک کنارے سے بڑی کثرت سے ستارے گرتے تھے - جو بڑے روشن تھے - اور موسلا دھار بارش کی طرح گرتے تھے - مگر وہ زمین پر نہیں پڑتے تھے - یہ کوئی قدرتی سامان تھا - جب ہم گھروں میں واپس آئے تو دیکھا کہ ہر انسان کا دھیان آسمان کی طرف ہی تھا - اور سب حیران تھے - اور یہ کہتے تھے کہ یہ کوئی رحمان سبحان کا نشان ہے - جو ہماری نظروں میں عیاں اور عقلوں سے پنہاں ہے -

الغرض

یہ نشان ہر قصبہ اور دیہہ میں اس رات ظہور میں آیا - اس وقت تو اس کی عقدہ کشائی نہ ہوئی - مگر بعد میں معلوم ہؤا کہ یہ وہی رات بابرکات تھی - جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ماموریت من اللہ کے مقام پر فائز ہوئے -

(۵)

احیار سنت کی تبلیغ

خواجہ عبداللہ صاحب جن کا ذکر سابقہ روایت میں آچکا ہے نے مجھ سے بیان کیا - اور یہ واقعہ ستاروں والی رات سے پہلے کا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے قصبہ دیناگر میں مولوی عبدالعزیز صاحب کے پاس بھیجا - اور حسب ذیل سوال کا جواب طلب فرمایا کہ

نماز کے بعد جو عام لوگ سلام پھیر کر پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں - اس کی کوئی سند بھی ہے یا نہیں -

تو مولوی عبدالعزیز صاحب نے جواب دیا کہ ہاں اللّٰھم انت السلام الیٰ آخرہ پڑھنا سنت ہے - اس پر انہوں نے پوچھا کہ حکم ہاتھ اٹھانے کا ہے ؟ یا کہ پڑھنے کا - پھر مولوی صاحب نے صحاستہ وغیرہ کتب کی پڑتال کرنی شروع کی - تو کہیں سے ثابت نہ ہؤا - تو انہوں نے کہا کہ افسوس ہے کہ ہم اس وقت تک غلطی کرتے رہے - کہ جو ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھتے رہے -

(۶)

قرأۃ الفاتحہ خلف الامام

خواجہ عبداللہ صاحب کی روائت ہے کہ اسطرح ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعوے سے قبل ہی انہیں مولوی عبدالعزیز صاحب دیناگری کے پاس بھیجا - اور فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ

فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے متعلق کیا کہتے ہیں

پھر فرمایا کہ وہ یہی کہیں گے کہ فاتحہ پڑھے بغیر **نماز نہیں ہوتی - تو پوچھنا کہ پھر حنفی میں بہت سے اولیار کیوں ہوئے -**

وہ کہتے ہیں کہ میں حضور کے ارشاد پر دیناگر گیا اور ان سے یہ سوال کیا - تو انہوں نے یہی کہا کہ ہاں فاتحہ کے بغیر نماز جائز نہیں - مگر دوسرے سوال کا کچھ جواب نہ دے سکے -

الغرض

یہ حضور کا اس زمانہ میں کام ہے - جبکہ حضور کو یہ وہم وگمان بھی نہ تھا - کہ وہ مامور من اللہ ہونے والے ہیں - مگر اس زمانہ بھی حضورؑ کو یہ خیال رہتا تھا - کہ لوگوں کو بدعت سے نکال کر صحیح سنت پر قائم کیا جائے - اور اس طرح اصلاح خلق فرمایا کرتے تھے -

(۷)

میری پہلی زیارت

خواجہ عبداللہ صاحب میرے مخلص دوست تھے انہوں ایک دفعہ مجھے نصیحت کی کہ تم کو مولویوں سے ملنے کا ہر وقت خیال رہتا ہے - مگر تم کو ان مولویوں کے حال وقال اور چال و اعمال کا علم نہیں - ان کی حالت یہ ہے کہ اگر کھانا کھو تو بغل میں تھالی ہے پیسے نکالو تو کیسہ دو رومال ہے - دین کا کام پیش آئے تو محال ہے - ایسے مولویوں کو چھوڑو - اور قادیان کی طرف منہ موڑو - قادیان میں خاندان مغلیہ میں حکیم میرزا غلام مرتضیٰ کے صاحبزادے ہیں - جو نوجوان ہیں ان کا خدا تعالےٰ کی طرف ایسا رجوع ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی - ہر مذہب وملت کی کتب آپ کے پاس ہیں - قرآن کریم کی تلاوت میں اکثر اوقات مشغول رہتے ہیں - ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دیکھیں کہ کیسے نور علیٰ نور انسان ہیں ان کے اس فرمانے پر میں فوراً روانہ ہوگیا - اور اس پنجابی شعر کا مصداق ہوگیا ؎

توت پکے - انب لگ رہے اوڑ کوئل چل کول
میوے دار درخت پر تو بہو - توں ہو بول

حضورؑ کی زیارت سے مشرف ہو کر خدا کا شکر بجا لایا - مگر حضور نے اس وقت ابھی کوئی دعوے نہیں فرمایا تھا - خواجہ محمد عبداللہ صاحب نے یہ بھی کہا تھا - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی علامات بیان فرمائی ہیں - وہ سب نشان آپ میں پائے جاتے ہیں

قادیان اسوقت چھوٹا سا گاؤں تھا - شمال سے جنوب کو ایک بازار تھا - اور وہ بھی ٹھنڈا تھا - سامنے مسجد کے مینار نظر آئے میرے دل نے کہا کہ ممکن ہے - حضورؑ شاید اس مسجد میں ہی ہوں - دعا کر کے مسجد میں داخل ہؤا - حضور وہیں تشریف فرما تھے - اور آپ کے ساتھ میاں جان محمد صاحب مرحوم تھے - میں نے عرض کی کہ حضرت محبوب سبحانی سے فیض رسانی حاصل کرنی ہے - میاں جان محمدؐ صاحب نے اشارہ کیا کہ یہی عارف ربانی ہیں - - حضور سے السلام علیکم کے بعد مصافحہ کیا - اور حضورؑ سے باتیں ہوتی رہیں - میرے پاس ایک کتاب تھی جس کا نام تھا "نظام الاسلام وتقریر الحق" جس پر تین سو پچاس علمار احناف کی مہریں ثبت تھیں - حضور نے وہ کتاب مجھ سے لی - اور اسے پڑھنا شروع کیا - ظہر تک پڑھتے رہے - اور ظہر کے وقت وہیں نماز ادا کی - اور پھر مطالعہ میں مشغول ہوگئے اور اسی طرح مطالعہ فرماتے رہے حتےٰ کہ عشار کے وقت تک اسے ختم کر دیا - پھر فرمایا

کہ علمار کا عجیب حال ہے - بات سے بات کھینچ کر اپنے مطلب کی طرف لے جاتے ہیں - جیسا پاتے ہیں ویسا سمجھاتے نہیں ہیں - اور نہ ہی عمل میں لاتے ہیں -

عشار کے بعد دیر تک حضور مسجد میں ہی رہے مجھے تو نیند نے بیہوش کر دیا - مجھے یہ معلوم نہ ہؤا کہ حضور اور میاں جان محمدؐ صاحب کس وقت سوئے - صبح سے پہلے مجھے جگایا اور فرمایا

فجر کا وقت قریب آیا ہے

دیا کی روشنی پر اول وقت نماز ادا کی۔ اور دعا کی اور خاکسار کو اجازت دی۔

اس وقت یہ تو معلوم ہؤا کہ یہ انسان برگزیدہ انسان ہے۔ مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ زمرہ انبیاء سے ہے۔

یہ وہ وقت تھا

کہ آریہ۔ ہندو۔ عیسائی۔ سکھ ہر قوم کے لوگ اسلام پر حملہ آور تھے۔ اور دہریے بھی میدان میں اتر آئے تھے۔ مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ وہ زمین پر ایسے گرے ہوئے تھے کہ ان کے لئے اٹھ کر کھڑا ہونا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت ہم لوگ خدا کے حضور عاجزانہ دعائیں کرتے تھے۔

دعا

اے خدا! اسلام کو مہلک مرض نے قریب المرگ کر دیا ہے۔ اور کوئی طبیب نہیں جو مرض کا علاج کرے

اے خدا! اس غرق شدہ کشتی کا ناخدا تو کہاں ہے۔ جو اسے تیرا کر کنارے لگا دے۔ اور نجات بخشے

اے خدا! اسلام کا باغ گلوں سے بھرا ہؤا تھا۔ اور ہر گل پر بلبلوں کا غلغلہ تھا۔ اب اس باغ میں بلبل کی بجائے زاغ نے ڈیرے ڈال دیئے۔

اے خدا! تو ذوالفضل العظیم ہے۔ زمین مردہ کو بارش سے زندہ کرنے والا ہے۔ اور اندھیرے کو اجالا بنانے والا ہے۔ اس گھٹا ٹوپ میں سورج نہیں تو چاند ہی ہوتا۔ ہماری بدقسمتی ہے ستارے بھی فلک سے محروم ہو گئے ہیں۔ ظلمت کا زمانہ ہے اس پر مولوی کہتے ہیں کہ نبوت کا دروازہ ہی بند ہے۔

اے خدایا! یہ کیا انصاف ہے۔ کہ رحمت اور برکت صاف ہی معاف ہے۔

اے خدا! تو نے انعمت علیھم کا وعدہ کیا تھا مگر پورا نہ فرمایا۔ اور ایسے اندھیرے میں کوئی نبی نہ آیا۔ ربنا نجنا من ھذا الظلمات فانصرنا علی القوم الکافرین

الغرض

ہم یہ دعائیں مانگ رہے تھے اور اپنے رب سے جھگڑ رہے تھے۔ کہ کسی نے آکر کہا۔ کہ میرزا قادیانی نے اور ہی رستہ پکڑ لیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:

میں رسول ہوں

(باقی آئندہ)

مکتوبات احمدیہ

(۲)

ذیل کا مکتوب گرامی خانصاحب عبدالمجید خانصاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کپور تھلہ کے نام ہے خانصاحب نے نہایت مہربانی سے میرے طلب کرنے پر اپنے قیمتی مکتوبات الحکم میں شائع ہونے کے لئے مرحمت فرمائے تھے۔ جو میں ترتیب وار آئندہ اشاعتوں میں شائع کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔ (ایڈیٹر)

خط عام رسم الخط میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مع آم کے ایک ٹوکرے کے پہنچا۔ آم درحقیقت بہت عمدہ تھے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء اس جگہ ضرورت وقت کے لئے ایک بھینس خریدی گئی ہے۔ مگر عمدہ نہیں۔ اصلی غرض جو مکھن نکالنا تھا وہ حاصل نہ ہو سکا۔ اسقدر کم مکھن ہے کہ گویا خرید میں دھوکہ ہؤا۔ آپ ایک جاڑے کے موسم میں کوئی ایسی عمدہ بھینس تلاش کریں جس کے دودھ میں بہت مکھن نکل سکتا ہو۔ اور دعائیں ہمیشہ کی جاتی ہیں۔ والسلام

خاکسار (دستخط حضرت مسیح موعود) ۲۶ اگست ۱۹۰۶ء

وصیت نمبر ۵۱۷۴ :- منکہ امۃ الرشید بیگم بنت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی قوم مغل عمر ۱۸ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن قادیان۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۱۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

اس وقت میری جائیداد منقولہ بصورت چھ عدد چوڑیاں طلائی قیمتی ایک سو اسی روپے۔ اور ایک عدد انگوٹھی طلائی قیمتی چھ روپے۔ اور ایک بندا طلائی قیمتی سات روپے یعنی کل جائیداد منقولہ ایک سو ترانوے روپے ہے۔ اور جائیداد غیر منقولہ بصورت چھ گھماؤں زرعی اراضی واقع موضع راجپورہ تحصیل و ضلع گورداسپور قیمتی اندازاً دو سو یا سوا دو سو روپیہ ہے۔ اور اس کے علاوہ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ البتہ مجھے حضرت والد صاحب محترم کی طرف سے ۱۰ روپے ماہوار بطور جیب خرچ ملتے ہیں۔ سو میں اپنی جائیداد منقولہ کا ایک ثلث (⅓) اور جائیداد غیر منقولہ کا ۱/۱۰ (دسواں حصہ) کی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتی ہوں۔ اور یہ بھی وصیت کرتی ہوں کہ اپنی ماہوار آمد کا ۱/۹ حصہ (نہم) صدر انجمن کو ادا کرتی رہوں گی۔ نیز میری وفات پر جو بھی جائیداد علاوہ جائیداد مندرجہ بالا کے میری ملکیت ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ مالک ہو گی۔ خواہ وہ جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔

الامۃ :- امۃ الرشید بیگم بقلم خود۔ گواہ شد :- (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح)

گواہ شد :- (حضرت) مرزا بشیر احمد (صاحب)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

پچاس سال قبل قادیان کا ایک نظارہ

طباعت کی دشواریاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے اس زمانے کی ہدایت کے لئے مامور فرمایا۔ چونکہ آپ کا کام بہت مشکل تھا۔ اور آپ کی آواز کو دنیا کے کونوں میں پہنچانا ضروری تھا۔ اس لئے اس نے اپنے فضل سے ایسی راہیں پیدا کر دیں کہ جس سے افکار کی نشر و اشاعت میں سہولتیں پیدا ہو سکیں اور خیالات کو ایک جگہ میں بیٹھے ہوئے ہونے کے باوجود سب جگہ پھیلایا جا سکے۔ چنانچہ ان راہوں میں سے سب سے پہلی راہ جو نشر و اشاعت کے لئے کھولی گئی وہ مطبع کی ایجاد تھی۔ جو آپ کے زمانہ سے تھوڑا عرصہ قبل ہی دنیا میں رائج ہوئی تھی

مگر آپ ایک ایسی بستی میں مبعوث ہوئے جو بالکل مکہ کی طرح عام عرف کے لحاظ سے وادی غیر ذی زرع کی تھی۔ حضور خود اپنی زبان میں فرماتے ہیں کہ۔ ؏

کوئی جانتا نہ تھا کہ ہے قادیاں کدھر

ایک ایسی گمنام بستی میں جہاں نہ آمد و رفت کے وسائل تھے اور نہ خرید و فروخت کا کوئی سلسلہ تھا آلات طبع کا مہیا ہونا محال تھا۔ ادھر ضرورت تھی کہ حضورؑ کے خیالات دنیا پر واضح ہوں۔ چنانچہ اس غرض کیلئے حضورؑ کو امرتسر اور لاہور جانا پڑتا تھا۔ اس زمانے میں پیدا شدہ انسان طرق مواصلات کی آسانیاں دیکھ کر غالباً امرتسر۔ لاہور کی آمد و رفت کو آسان خیال کرے گا۔ لیکن میں اس کے تصور کو آج سے پچاس سال قبل کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں۔

ایک ایسی بستی میں جہاں سواری کا کوئی خاص انتظام نہیں۔ ایک ایسی سڑک پر جہاں چند میل چلنے والا انسان مٹی کے اڑنے کی وجہ سے ایک نیا انسان معلوم ہونے لگتا ہے۔ پنجاب کی گرمیوں کی لو میں جلانے والی دھوپ کی شدت۔ ریل کا وجود تک ندارد۔ ان حالات میں اگر ایک انسان کو بار بار لمبا سفر کرنا پڑے تو اسے کن مشکلات میں سے گذرنا پڑتا ہوگا۔

میں امید کرتا ہوں کہ معزز قارئین کرام اپنے تصور میں اس تھکا دینے والے سفر کا اندازہ کریں گے۔ جو حضورؑ کو ابتدائی ایام میں خلق خدا کی بھلائی کے لئے کرنے پڑے۔

پس

چونکہ اس زمانے میں قادیان کی گمنام بستی میں طباعت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس لئے حضورؑ کو بارہا اپنی کتابوں کی طباعت کیلئے امرتسر یا لاہور جانا پڑتا تھا۔ اور پروفوں کی کاپیوں کی اصلاح کے لئے کئی کئی روز قیام کرنا پڑتا تھا۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس زمانہ میں پنجاب میں لیتھو و مشینیں استعمال نہ ہوتی تھیں بلکہ لکڑی کے دستی پریس اور چھپائی کے لئے از حد مشکلات ہوتی تھیں۔ آج انہی مشکلات کا ایک نظارہ آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔

کتاب سرمہ چشم آریہ کی طباعت

مثال کے طور پر کتاب سرمہ چشم آریہ کا تذکرہ کرتا ہوں۔ اوائل ۱۸۸۶ء میں آپ ہوشیارپور تشریف لے گئے۔ حضور کا قیام شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور کے مکان پہ ہوا ایام قیام ہوشیارپور میں لالہ مرلی دھر سے ایک مباحثہ ہوا۔ اس مباحثہ کی وجہ سے کتاب "سرمہ چشم آریہ" عالم وجود میں آئی اس کتاب کی طباعت کا جب سوال آیا۔ تو جو مشکلات پیش آئیں وہ حضورؑ کے بعض خطوط سے معلوم ہو سکیں گی۔ حضور تحریر فرماتے ہیں۔

"رسالہ چھپنے میں اب یہ توقف ہے کہ مالک مطبع اجرت ما ۱۸ م مانگتا ہے۔ مگر لاہور سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اجرت ما ۲۶ ما روپیہ ہے۔ سو امید ہے کہ دو چار روز تک بات قائم ہو کر مطبع اس جگہ آ جائے گا۔ یا کوئی اور مطبع لانا پڑے گا۔" مکتوب ۱۵ اپریل ۱۸۸۶ء

ایک اور مشکل

سرمہ چشم آریہ امرتسر میں طبع ہونی شروع ہو گئی۔ مگر ابھی ایک اور مشکل پیش آ گئی۔ کہ اس زمانہ کا طریق طباعت یہ تھا کہ کاغذوں کو کاٹ کر خوب گیلا کیا جاتا تھا۔ ایسا گیلا کہ بعض اوقات ذرا سختی سے اٹھایا جائے تو کاغذ پھٹ جاتا تھا۔ اور ان گیلے کاغذوں پر پتھر کو بوجھ دے کر ایک رات دبے رہنے دیتے تھے دوسرے دن صبح ان گیلے کاغذوں پر طباعت کا کام کیا جاتا۔ اور پھر سیاہی کو خشک کرنے کیلئے کاغذ کئی کئی دن رسیوں پر لٹکتے رہا کرتے تھے۔ چنانچہ حضورؑ نے اس مشکلات کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا

"رسالہ چشم آریہ رمضان مبارک کے آخر تک چھپ جائیگا۔ صرف درمیانی حرج یہ واقعہ ہو گیا ہے کہ شدت سے بارشیں ہو رہی ہیں۔ چھپے ہوئے ورقے دیر کے بعد خشک ہوتے ہیں۔" ۵ جون ۱۸۸۶ء

اس زمانے میں طباعت کی ان مشکلات میں سے گذرنے کے بعد پھر عرصہ تک دفتریوں کے پاس کتابیں امروز فردا کے وعدوں پر رہتی تھیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

"سو اس جگہ سے ۱۲۵ کتابیں آپکی خدمت میں بھیجی جائیں گی۔ جز بندی ہو رہی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ۲۵ ستمبر تک آپ کے پاس کتابیں پہنچ جائیں گی" ۱۵ ستمبر ۱۸۸۶ء

ان مکتوبات کی عبارتوں سے معلوم ہو جائے گا کہ کتاب کی تصنیف کا کام تو حضور نے چند دنوں میں ختم کر دیا تھا۔ مگر طباعت کا کام اپریل سے لے کر اخیر ستمبر تک میں ختم ہوا۔ گویا ۶ ماہ کی محنت سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اور اس ۶ ماہ کی محنت کے علاوہ اخراجات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضور ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :-

"آٹھ سو روپیہ جمع تھا وہ سب رسالہ سرمہ چشم آریہ پر ختم ہو گیا۔"

ان مشکلات کی وجہ سے کبھی حضور قادیان میں مطبع منگوایا کرتے تھے۔ اور ایسے مطبع کے لانے اور لے جانے کا خرچ بھی دینا پڑتا تھا۔ اور بعض دفعہ پریس والے قادیان کی مشکلات کی وجہ سے انکار بھی کر دیتے تھے۔

(باقی آئندہ)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خطوط کے نمونے

(۲)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کے خط کا نمونہ

مخدومی حضرت [illegible] السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حکم اس کی تعمیل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خاکسار ظفر احمد [illegible]

قادیان میں چند گھنٹے

اس دلچسپ موضوع پر میرے محترم لالہ کرم چند صاحب ایڈیٹر اخبار پارس سابق ایڈیٹر اخبار پارس نے ایک لطیف مضمون اپنے معزز پرچے پارس میں شائع کیا ہے۔ جو میں قارئین الحکم کی ضیافت طبع کے لئے شائع کر کے قلبی مسرت حاصل کرتا ہوں (ایڈیٹر)

قریباً تین ہفتے ہوئے قادیان سے واپسی پر میں نے "پارس" کے کالموں میں اعلان کیا تھا۔ کہ قادیان میں احمدی جماعت کی سرگرمیوں کا میں نے جو مشاہدہ کیا ہے وہ ایک مفصل مضمون کی صورت میں "پارس" کے کالموں میں شائع کروں گا۔ تاکہ غیر احمدیوں کی معلومات اور واقفیت میں اضافہ ہو۔ مضمون کو مکمل بنانے کے لئے میں چند تصاویر بھی دینا چاہتا تھا۔ جن کے بلاک بنوانے میں کچھ دیر ہو گئی۔ نیز میرے لاہور سے باہر رہنے کے باعث مضمون تیار نہ ہو سکا۔ جس کے لئے ناظرین سے معذرت خواہ ہوں۔ کسی قسم کی رائے زنی کے بغیر میں نے اپنے تاثرات کو نہایت سادہ طریق پر بیان کر دیا ہے۔ امید کہ احمدی حضرات اس سے لطف اندوز ہوں گے۔ اور غیر احمدی حضرات کی واقفیت میں کسی قدر اضافہ ہو گا۔ .... (کرم چند)

قادیان جس کا عہد مغلیہ میں اسلام پور قاضیاں نام تھا اور اب جماعت احمدیہ جسے دار الامان قادیان کے نام سے منسوب کرتی ہے۔ لاہور سے قریباً ساٹھ میل کے قریب بٹالہ ضلع گورداسپور کے قریب واقعہ ہے۔ قادیان ایک معمولی قصبہ ہے مگر احمدی جماعت کی سرگرمیوں کا ہیڈ کوارٹر ہونے کے باعث اسے قابل رشک شہرت حاصل ہو چکی ہے۔

احمدیوں کے نزدیک قادیان ایک مقدس مقام ہے۔ جس کی زیارت کرنا وہ اپنا مذہبی فرض تصور کرتے ہیں،

ماہ دسمبر گزشتہ کے آغاز میں اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مجھے دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ چوہدری سر ظفر اللہ خانصاحب انہی دنوں ایک لمبے عرصہ کے بعد ولایت سے واپس تشریف لائے تھے۔ ایک عرصہ سے میرے ان سے نیاز مندانہ تعلقات ہیں۔ چنانچہ جب میں ان سے ملنے کے لئے گیا۔ تو دوران گفتگو میں احمدیوں کے سالانہ جلسہ کا ذکر آ گیا۔ جو دسمبر کے آخری ہفتہ میں قادیان میں منعقد ہوتا ہے۔ چوہدری صاحب نے مجھے جلسہ پر آنے کی دعوت دی۔ جسے میں نے خوشی سے منظور کر لیا۔ جلسہ سے قریباً دو ہفتہ پہلے مجھے جماعت احمدیہ کے شعبہ دعوۃ و تبلیغ کے سیکرٹری صاحب کی طرف سے بھی دعوتی رقعہ ملا۔ جس کے جواب میں لکھ دیا گیا۔ کہ میں ۲۷ دسمبر کو ۱۲ بجے دوپہر کی گاڑی سے قادیان پہنچ رہا ہوں

ان دنوں کانگرس ڈیلیگیٹوں کے الیکشن کے باعث مجھے بے حد مصروفیت تھی۔ جس کی وجہ سے ۲۷ دسمبر کی بجائے میں ۲۸ دسمبر کو ۱۲ بجے کی گاڑی سے قادیان پہنچا۔ سٹیشن پر چوہدری سر ظفر اللہ خانصاحب کا شوفر موجود تھا۔ وہ مجھے کار پر جلسہ گاہ میں لے گیا۔ میری آمد کی اطلاع ملنے پر چوہدری صاحب جلسہ گاہ سے باہر آ گئے۔ اور اپنے ہمراہ مجھے اپنے عالیشان اور خوشنما بنگلہ میں لے گئے۔ جو انہوں نے گذشتہ سال قادیان میں تعمیر کیا ہے۔ وہاں چوہدری صاحب اور ان کے دوستوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور ۲ بجے بعد دوپہر ہم چوہدری صاحب کے ہمراہ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ وہاں سٹیج کے نزدیک غیر احمدیوں کے لئے قریباً دو درجن کرسیاں رکھی ہوئی تھیں اور میری نشست کا بھی اسی جگہ انتظام تھا۔ جلسہ گاہ کے دروازہ پر پہنچ کر میں نے جو ایک خاص بات نوٹ کی وہ یہ تھی کہ صدر دروازہ سے کوئی بھی شخص خواہ وہ احمدیوں یا غیر احمدیوں میں کتنی بھی بڑی پوزیشن کا مالک کیوں نہ ہو ناظم جلسہ گاہ کے اجازت نامہ کے بغیر جلسہ گاہ میں داخل نہ ہو سکتا تھا حتٰے کہ سر ظفر اللہ خانصاحب ایسے ذی اقتدار احمدی کو بھی ضبط کی پابندی کرتے ہوئے میرے لئے اجازت نامہ حاصل کرنے کا انتظام کرنا پڑا۔ جس چٹ کے ذریعہ مجھے جلسہ گاہ میں داخل ہونے کی اجازت ملی اس کی عبارت حسب ذیل تھی:۔

"جناب لالہ کرم چند صاحب ایڈیٹر "پارس" کو سٹیج جلسہ گاہ پر جانے کی اجازت دی جاتی ہے"

ناظم جلسہ گاہ نظارت دعوت و تبلیغ قادیان

کھلے میدان میں پچیس ہزار کا مجمع

قادیان میں آنے اور جانے والی سپیشل گاڑیوں اور سٹیشن اور قصبہ کو جانے والی سڑک پر زائرین کی ہماہمی سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہ تھا۔ کہ جلسہ کے باعث قادیان کو خاص رونق نصیب ہوئی ہے۔ جلسہ گاہ ایک وسیع میدان میں تعمیر کی گئی تھی۔ پنڈال کے اوپر کوئی سائیبان نہ تھا۔ گرداگرد شہتیریوں سے گیلریاں بنائی گئی تھیں۔ زمین پر بیٹھنے والوں کے لئے پھونس بچھایا گیا تھا۔ جلسہ گاہ کے صدر دروازہ کے پاس ایک جانب کو سٹیج بنائی گئی تھی جس پر صرف ایک سائیبان تنا ہوا تھا۔ سٹیج بالکل سادہ تھی جس پر جماعت احمدیہ کے خاص خاص ارکان کے لئے فرش پر بیٹھنے کا انتظام تھا۔ چوہدری سر ظفر اللہ خانصاحب بھی سٹیج پر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں سید الاحرار مولانا محمد علی مرحوم کے بڑے بھائی مولانا ذو الفقار علی صاحب خاص شان رکھتے تھے

حاضرین جلسہ کا قابل تعریف صبر و سکون

جلسہ گاہ میں احمدیہ نیشنل کور کے والنٹیروں کا انتظام تھا۔ جو بہت مستعد اور چست تھے نیشنل کور کے صدر چوہدری سر ظفر اللہ خان کے چھوٹے بھائی چوہدری اسد اللہ خان بیرسٹر ہیں جن کی کوششوں سے والنٹیر کور کو احمدیوں اور کانگرسی حلقوں میں کافی سے زیادہ شہرت اور ہر دلعزیزی حاصل ہوئی ہے۔ جلسہ گاہ میں مجھے یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی۔ کہ والنٹیروں کو سوائے مقررہ مقامات پر کھڑے رہ کر ڈیوٹی دینے کے کوئی بھاگ دوڑ یا چیخ پکار نہیں کرنی پڑتی۔ کیونکہ حاضرین جلسہ اپنے آپ ہی نہایت صبر و سکون کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ جلسہ گاہ میں اسقدر سکوت طاری تھا۔ کہ کوئی اونچی آواز سے سانس بھی نہ لے رہا تھا۔ حاضرین کے صبر کی یہ حالت تھی کہ ۲ بجے بعد دوپہر سے لے کر رات کے ۹ بجے تک لوگ پنڈال میں خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے۔ اور اس وقت کوئی بھی شخص جلسہ گاہ سے اٹھ کر نہ گیا۔ جب تک کہ منتظمین کی طرف سے جلسہ برخاست نہ کر دیا گیا۔

مستورات کے لئے ایک الگ جلسہ گاہ بنائی گئی تھی۔ جسے مردوں کے جلسہ کے ساتھ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ملحق کر دیا گیا تھا۔ تاکہ ایک ہی وقت میں خواتین بھی تقریروں سے استفادہ کر سکیں۔ دسمبر کی سردی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سامعین مسلسل ۷ گھنٹے تک معمولی کپڑوں میں بیٹھے رہے۔ میں نے دیکھا جوان اور بوڑھے دیہاتی جن کے جسم پر نہ گرم سوٹ تھے نہ گرم کمبل وہ کھدر کی معمولی چادریں اوڑھے ایسی محویت کے عالم میں احمدی مقررین کی تقریریں سن رہے تھے۔ گویا کہ انہیں گردو پیش کے حالات سے کوئی سروکار ہی نہیں۔

احمدیوں کے متعلق میرا تصور اور واقفیت

جن دنوں میں ڈی اے وی سکول لاہور میں طالبعلم تھا۔ ان دنوں آریہ سماجی اپدیشکوں اور ودوانوں کے مناظرے دوسرے مذاہب والوں کے ساتھ بڑے زور شور سے ہوا کرتے تھے۔ مجھے پنڈت لیکھرام جی کی تصانیف کو زمانہ طالب علمی میں ہی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے پنڈت صاحب موصوف کی ایک تصنیف بنام تکذیب براہین الاحمدیہ کو جو۔ (بقیہ مضمون صفحہ ۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

مشاہدات اور تاثرات کی دنیا

موصل سے نصیبین تک

(قسط ۴)

علی الصبح اتر کر ابراہیم عرفانی بازار سے روٹی اور انڈا وغیرہ خرید کر لے آئے۔ تاکہ راستے میں ضرورت کے وقت کام دے۔ بستر وغیرہ باندھ لئے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ دیر سے سوئے تھے مگر جلدی جاگ پڑے کیونکہ آگے جانے کا فکر تھا

مسافر شب سے اٹھتا ہے جو جانا دور ہوتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد موٹر ڈرائیور آگیا کر اپنا پاسپورٹ دیں۔ تاکہ میں اسے دکھا کر شام کی حدود میں جانے کی اجازت لے سکوں۔

میں نے اسے اپنا وزیٹنگ کارڈ دیا کہ یہ لے جاؤ تم کو اس سے اجازت مل جائے گی۔ چنانچہ میرا خیال درست نکلا۔ اور عراق کے شریف پولیس آفیسر نے اس سے میرے اعتماد کے مطابق سلوک کیا۔ اور اسے اجازت مل گئی۔

اس کے بعد وہ ہوٹل سے ہمارا سامان اٹھا کر موٹر پر لے گیا۔ اور سامان کو عمدہ حفاظت سے لگا دیا۔

ہم سید صاحب کی دوکان میں جا بیٹھے۔ جہاں پھر انہوں نے چائے سے ہماری تواضع کی۔ ۹ بجے کے قریب موٹر یہاں سے روانہ ہوا۔ اور ہم نے سید صاحب اور موصل کو خدا حافظ کہا۔

موٹر لوری

میں کہہ چکا ہوں کہ یہ لوری پرانی تھی۔ اور مجھے اس کی شکل دیکھ کر افسوس ہوا۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ ہم ابھی چند قدم گئے تھے۔ ڈرائیور نے ایک چیز گھر سے لانے کے لئے موٹر کھڑی کی۔ سامنے سے ایک ہندوستانی صورت نظر آئی۔ میں نے موٹر سے السلام علیکم کہی۔ اور پوچھا کہ بھائی کس شہر کے ہو۔ اور کب سے ہو۔ کیا کام کرتے ہو۔ تو اس نے بتایا کہ لاہور میں سے نزدیک کا رہنے والا ہوں۔ دھوبی کا کام کرتا ہوں۔ اور کئی سال سے یہاں ہوں۔

مجھے یہاں بھی خدا کی قدرت کا کرشمہ نظر آیا کہ کہاں کہاں انسان کے لئے رزق رکھا گیا ہے۔ اس انسان کی ماں اور اس کے باپ کو جب وہ پرورش کر رہے تھے کبھی گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر موصل میں جا کر کپڑے دھویا کرے گا۔ اور اس کا رزق اسے وہاں سے ملے گا۔ سچ ہے خدا کے اسرار کون جان سکتا ہے

بڑے بھٹکے ہیں لاکھوں پنڈت کروڑوں دانا ہزاروں سیانے
جو خوب سوچا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

موٹر والا آگیا اور ہم ایک دوسرے کو سلام کر کے آگے کی طرف روانہ ہوئے۔ موٹر ہوا میں فراٹے بھرنے لگی۔ راستہ بہت عمدہ تھا۔ ڈرائیور اپنے فن میں ماہر تھا۔ اس نے تیس میل چلائی پھر چالیس کی سپیڈ کر دی۔ پھر ۵۰ پھر ۶۰ میل کی رفتار سے چلانے لگا۔ ہمارے گمان موٹر کے متعلق غلط معلوم ہونے لگے۔

موٹر ڈرائیور ایک ترک حیدر نامی تھا۔ جو اپنے فن میں ماہر ہونے کے علاوہ خوش اخلاق اور باتمیز تھا۔

موٹر میں تین سواریاں اور تھیں ایک بوڑھی کردن تھی۔ اور اس کے ساتھ ایک نوجوان موسیٰ کردی تھا۔ جو دیار کو جا رہے تھے۔ ایک اور نوجوان ترک خالو نامی سوار تھا۔

اس کے علاوہ ایک موٹر کا کلینر کردی لڑکا خلف نامی تھا۔

ہم اس سفر سے خوش ہوئے۔ راستہ صاف اور عمدہ تھا۔ موٹر کی رفتار تیز تھی۔ موسم صاف اور ستھرا تھا۔ میرے منہ سے نکلا ؎

من درچہ خیالیم فلک درچہ خیال

اور چند منٹ کے بعد موٹر سے ایک آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ ٹائیر پھٹ گیا ہے۔ ہم سب موٹر سے اترے۔ ۱۲ بجے کے قریب وقت تھا۔ وہ سب ٹائیر کی درستی میں لگ گئے اور ہم دونوں نے کھانا کھایا۔ پانی کی ضرورت تھی۔ مگر پانی کہیں نظر نہ آئے۔ میں نے ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر دیکھا تو ایک جگہ جنگل میں ایک طرف پانی نظر آیا۔ وہاں جا کر دیکھا تو پانی کسی قدر میلا تھا۔ بہر حال اس پانی میں سے چند چلو پانی پیا۔ اور واپس آیا

اتنے میں گاڑی تیار ہوئی اور ہم روانہ ہوئے۔ چند میل گئے تھے کہ دوسرا ٹائیر پنکچر ہوگیا۔ پھر اس کی مرمت کا کام شروع ہوا۔ پونے گھنٹے میں یہ کام ختم ہوا۔ اور گاڑی آگے چلی تو ابھی چند میل نہیں گئے تھے کہ چمڑے کا وہ پٹہ جو موٹر کے پنکھے کو چلاتا ہے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اس وقت پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ موٹر ڈرائیور نے فوراً اسی سے ایک پٹہ تیار کیا مگر وہ کافی نہ تھا۔ چند قدم بھی موٹر کو پہنچا نہ سکا۔ اب ہم نہ آگے جا سکتے تھے اور نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ راستہ میں بھی سوائے پتھروں اور جنگل کے کچھ نہ تھا۔ جس میں درخت تک نہ تھا۔ آخر خالو نے ہمت کی۔ تار کے ساتھ اس پٹہ کو سینا شروع کیا اور نہایت محنت سے اس نے ایک گھنٹے کے اندر اس کو سی لیا۔ اور موٹر چلنے کے قابل ہوگئی

لیکن قدم قدم پر پنکچر اور پٹے کی مرمت نے ہم کو بہت پریشان کر دیا۔ اور یہ دن اسی طرح گذر گیا۔ اور رات ایک جنگل میں آگئی۔ اور ابھی ہم عراق کی حدود سے بھی نہ نکلے تھے۔

حسکنہ

اس جگہ کا نام حسکنہ تھا۔ یہ عراقی حدود پر واقعہ ہے۔ یہاں عراق کا کسٹم آفس ہے۔ چند سپاہی اور کسٹم کے معمولی ملازم رہتے ہیں۔ اور ان کے قریب چند بدوؤں نے کچے مکان بنائے ہوئے ہیں۔ یہاں نہ کوئی دوکان ہے اور نہ رہنے کے لئے مکان ہے اور نہ کوئٹہ کی طرح کا قہوہ خانہ۔ کسٹم کے سپاہی نے موٹر کو آگے جانے سے روک دیا۔ اور کہا کہ رات پڑ گئی ہے۔ راستہ خراب ہے اب ہرگز آگے نہیں جانے دیا جائے گا۔ ہمارے ڈرائیور نے اسے رشوت دینی چاہی کہ وہ اجازت دے۔ مگر اس نے کہا کہ ایک روپیہ سے لے کر ہزار روپیہ تک رشوت نہیں لوں گا۔ اور آگے نہیں جانے دوں گا۔

اس سپاہی نے اپنے پورے اختیارات برتے مجھے اس کی حرکت ناپسند ہوئی۔ کیونکہ ہم اس تکلیف دہ سفر سے تنگ آچکے تھے۔ مگر مجبور ہونا پڑا۔

اب اس سے پوچھا کہ کہاں ٹھہریں۔ تو اس نے کہا کہ یہیں ایک کمرہ ہے۔

وہاں ایک کمرہ تھا۔ جس پر مٹی کے دو معمولی چبوترے تھے۔ اس نے کہا کہ زمین پر یا ان چبوتروں پر بستر کر لیں پاس ہی گھوڑا بندھا تھا۔ میری زندگی کا یہ اول موقع تھا مجھے اس کے کہنے سے بہت تکلیف ہوئی کہ یہ کیسے ہو سکتا میں نے اسے کہا کہ وہ کسی مکان میں انتظام کر دے ہم کرایہ دیدیں گے۔ اس نے کہا کہ مکان تو یہاں ہے نہیں مجبوراً میں نے پولیس کا رخ کیا۔ اور چاہا کہ کسی انسپکٹر سے مکان کے متعلق مدد لوں۔ میں

پولیس آفس

جب وہاں گیا تو میں نے دریافت کیا۔ کہ انسپکٹر کہاں ہے۔ سپاہیوں نے کہا کہ یہاں انسپکٹر نہیں رہتا بلکہ سپاہی رہتے ہیں۔ اور انسپکٹر دور سے پر آتا ہے۔ اس کے یہ کہنے پر مجھے مایوسی ہوئی کہ یہ سپاہی کیا کریں گے۔ تاہم میں نے انچارج سے بات کرنی چاہی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں اخبار نویس ہوں اور اسطرح ہماری موٹر خراب ہوئی۔ اور اب ہم کو رات کے لئے جگہ کی ضرورت ہے۔

اس نے فوراً اٹھائے ہیں میرے لئے اور برادرم ابراہیم کے لئے انتظام کیا۔ اور ہمارے لئے لکڑی کے تخت بچھا دیئے۔ اور ہمارے بستر کر دیئے۔ اور ساتھ ہی اپنی طرف سے معذرت کی کہ میں ابھی ابھی تبدیل ہو کر آیا ہوں۔ اس لئے اگر کوئی غلطی ہو تو چشم پوشی کریں۔ انہوں نے کوئلوں کا ایک الاؤ جلایا اور کمرہ گرم ہوگیا۔ اور چائے بنا کر پلائی۔

چند سپاہی ساتھ کے کمروں میں سونے والے تھے مگر ہم کو اب تو الگ کمرہ دیا۔ اور پورے آرام کی صورت پیدا کر دی۔ ہم نے خدا کا شکر کیا اور سو گئے۔ میں حکومت عراق کے ان سپاہیوں کا دل سے شکر گزار ہوں

دوسرے دن صبح

صبح ہم نے یہاں سے کوچ کیا۔ راستہ میں جرمن توپوں کے بعض بقیہ پرزے پڑے ملے۔ جنہوں نے جنگ عظیم کے متعلق بہت سی باتیں یاد دلائیں۔

صبح ۹ بجے کے قریب موٹر تکلہ پہنچ گئی۔ اس جگہ سے عراقی حد ختم ہو جاتی ہے۔ اور فرانس کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔

تکلہ کیا ہے۔ دراصل پاسپورٹ دیکھنے کا ایک کیمپ ہے۔ اور کوئی آبادی یہاں نہیں۔ چند سپاہی یہاں رہتے ہیں۔ اور ہیڈ کانسٹبل پاسپورٹ آفیسر کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ یہاں پاسپورٹ دکھا کر آخری دستخط کرائے۔ اور فرانس کی حکومت میں اور شام کی زمین میں ہم داخل ہو گئے۔

ہاں راستے میں آج بھی وہی طریق سفر رہا جو کل تھا مگر عصر کے قریب ہم فرنچ کیمپ میں پہنچ گئے۔ جہاں کچھ رونق تھی۔ کئی افسر اور سپاہی یہاں سے موٹر کی آواز سنکر آ گئے۔ ایک مجمع ہو گیا۔ یہاں چیچک کے سارٹیفکیٹ دیکھے گئے۔

اور اس جگہ سے ایک فرنچ جمعدار میغو نامی ہمارے ساتھ قامشی جانے کے لئے سوار ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جلد منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ مگر موٹر نے چند میل چل کر اپنے اصول کے مطابق کام شروع کر دیا۔ اب ترکی علاقہ ہمارے ساتھ ساتھ جا رہا تھا اسی قسم کے پنچروں کی وجہ سے رات پڑ گئی۔ اور اندھیرے میں موٹر ڈرائیور موٹر لئے جا رہا تھا۔ کہ موٹر ایک کیچڑ کے خطرناک جال میں پھنس گئی۔

دور دور سے پتھر لا کر توڑے گئے اور موٹر کے نیچے ڈالے گئے۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ موسیو میغو نے بھی ہمت سے کام لیا مگر کچھ نہ ہوا۔

ہم صبح کے بھوکے اور پیاسے تھے۔ اب رات آ گئی۔ موسیو میغو نے تو بہت جلد بھوک کے سامنے ہتھیار ڈال دیا۔ اور سب سے روٹی پوچھنے لگا۔ چار گھنٹے تک موٹر سے کشتی کرنے کے بعد حیدر نے حوصلہ ہار دیا۔ اور کہا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب صبح دیکھا جائے گا۔

برف گر رہی تھی۔ اور ٹھنڈک بہت سخت تھی۔ اس کے اس جواب نے طبیعت کو نڈھال کر دیا۔ ہم دونو بھائی رضائیاں اوڑھ کر بیٹھ گئے۔ ابراہیم صاحب نے تو ایک پرانا پاجامہ جلا کر ذرا ہاتھ گرم کئے۔ کیونکہ سردی بہت اثر کر رہی تھی۔ مگر حمید دو تین کمبل لے کر موٹر کی چھت پر اور خلف زمین پر سو گیا۔ اور باقی آدمی لاری کے اندر اور اگلی سیٹ پر بیٹھے رہے۔ اسی حالت میں میں نے دعا شروع کی۔ اور خدا کی طرف جھکا۔

خواب

صبح کے قریب میں نے خواب دیکھا کہ قادیان میں ہوں اور سالانہ جلسہ ہے۔ مفتی فضل الرحمن صاحب موٹروں کا انتظام کرنے پھر رہے ہیں۔ اور ہنس رہے ہیں۔ آنکھ کھلی۔ تو میں نے کہا کہ اب غیب سے مدد آ جائیگی چنانچہ سامنے سے فرنچ فوج کا ایک دستہ برآمد ہوا موسیو میغو دوڑ گیا۔ اور روٹی مانگی۔ اور موٹر کے نکالنے کے لئے کہا جنہوں نے زور لگا کر نکال دیا۔ والله الحمد اور دراصل یہ محض فضل رحمٰن سے ہی کام ہوا۔ ورنہ وہاں اس جنگل میں فوج کا آنا اسی وقت آنکلنا حیرت انگیز ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۶)

حضرت مرزا صاحب مرحوم کی تصنیف "براہین الاحمدیہ" کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ شروع سے ہی ہمارے دلوں میں احمدیوں کے خلاف جذبات پیدا ہو چکے تھے۔ خصوصاً پنڈت لیکھرام جی کے قتل کے واقعہ نے احمدیوں کے خلاف آریہ سماجیوں کے جذبات برانگیختہ کر دیئے۔ اور یہ برملا کہا جاتا تھا بلکہ باضابطہ تحریر میں بھی لایا گیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب مرحوم کے ایما سے ہی ایک احمدی نے پنڈت لیکھرام کو چھرا گھونپ کر قتل کیا تھا۔

جب میں بہت چھوٹی عمر کا تھا۔ تو ہمارے گاؤں میں مرزا صاحب مرحوم کے متعلق لوگ طرح طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ جو بعد میں بالکل بے بنیاد اور لغو ثابت ہوئیں۔ مثلاً یہ کہا جاتا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب کا قادیان میں ایک ایسا مکان ہے جس کی ڈیوڑھی سے ملحقہ دو خفیہ کمروں میں دو آدمی کاغذ قلم دوات لئے بیٹھے رہتے ہیں۔ جب کوئی ملاقاتی وہاں جاتا ہے۔ تو ڈیوڑھی میں اسے ٹھہرا لیا جاتا ہے۔ ایک آدمی نو وارد سے اس کی عمر۔ قوم ولدیت۔ اس کے کنبہ کے حالات اور دیگر کئی قسم کے سوالات کرتا تھا۔ ملحقہ خفیہ کمروں میں بیٹھے ہوئے دونوں منشی تمام حالات قلمبند کر کے ملاقاتی سے پہلے ہی مرزا صاحب کے پاس پہنچا دیتے تھے۔ اور ان کی بنا پر ملاقاتی کے آتے ہی مرزا صاحب سب کچھ اسے بتا دیتے تھے۔ جس سے متاثر اور مرعوب ہو کر وہ اگر مسلمان ہوتا تو احمدیت کا حلقہ بگوش ہو جاتا اور اگر غیر مسلم ہوتا تو مرزا صاحب کا مداح بن جاتا۔

احمدیوں کو ہوّا سمجھا جاتا ہے

چونکہ غیر احمدیوں میں احمدیوں کے خلاف طرح طرح کی باتیں مشہور ہو چکی ہیں۔ اس لئے عوام کے دلوں میں ان کے خلاف جذبات بہت زوروں پر ہیں۔ ہندو مسلمان اور سکھ غرضیکہ ہر طبقہ کے تعلیمیافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں احمدیوں کو ایک قسم کا ایسا ہوّا سمجھا جاتا ہے کہ اگر ان کے ساتھ کوئی چھو بھی جائے تو اس کی خیر نہیں مسلمان احمدیوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ وہ انہیں احمدی نہیں کہتے۔ بلکہ مرزائی یا قادیانی نام سے پکارتے ہیں۔ ہندو اور سکھ بھی انہیں بہت بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور انہیں مسلمانوں کی ایک ایسی شاخ کے افراد سمجھتے ہیں۔ جو بہت ہی خطرناک ہے۔ جیسے کسی زمانہ میں آریہ سماجیوں کو سمجھا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے بعض لوگ احمدی جماعت کو طنزاً مسلمانوں کی آریہ سماج کا نام دیتے ہیں۔

یہ احمدی جماعت کے خلاف جذبات کا ہی نتیجہ تھا کہ چوہدری سر ظفر اللہ خاں ایسی شخصیت کا قابل مسلمان جب سر فضل حسین مرحوم کی جگہ وائسرائے کی ایگزیکیٹو کونسل کا ممبر نامزد ہوا۔ تو لاہور کے مسلم پریس میں بالعموم اور اخبار زمیندار کے کالموں میں بالخصوص ان کی تقرری پر بہت زبردست پروٹسٹ کیا گیا۔ ملک کے طول و عرض میں چوہدری صاحب کے خلاف محض اس وجہ سے آواز اٹھائی گئی۔ کہ وہ احمدی جماعت کے ایک فرد ہیں مسلمانوں اور احمدیوں کے مابین اختلافات اس قدر وسیع ہیں کہ ان کے قبرستان اور مسجدیں تک جدا جدا ہیں۔ مسلمان اور احمدی آپس میں ایک جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے۔ وہ ایک دوسرے کے قبرستانوں میں مردے نہیں دفنا سکتے۔ اس بنا پر کئی بار دونوں فریقوں میں تصادم بھی ہو چکا ہے۔

ہندوؤں میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ احمدی ان کے دیوی دیوتاؤں اور اوتاروں کی توہین کرتے ہیں ان کے بزرگوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ ہندوؤں کو کافر سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانا اور پانی تک پینا گوارا نہیں کرتے۔ وہ بہت بڑے متعصب ہیں۔ کانگرسی حلقوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔ کہ احمدی گورنمنٹ کے جاسوس ہیں۔ سرکار پرستی انکی رگ رگ میں رچی ہوئی ہے۔ وہ نہ قوم پرست اور نہ ہی وطن پرست۔ انگریز ہی ان کا سب کچھ ہے۔ غرضیکہ دنیا کی کوئی ایسی برائی نہیں جو احمدیوں کی طرف منسوب نہ کی جاتی ہو۔ مسلمانوں کو ان کے خلاف یہ بھی شکایت ہے کہ وہ حضرت محمدؐ صاحب کو اس حیثیت سے نہیں مانتے جس حیثیت میں دیگر مسلمان مانتے ہیں۔